قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو' خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادیگا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اہم امور قابل توجہ

ناشر:

جماعت غرباء اہلحدیث ہند

۹۹۸ پانمنڈی صدر بازار - دہلی ۶

ملنے کا پتہ:

مسجد و مدرسہ محمدیہ۔ اے-۴۹۔ میمن واڑہ روڈ ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۳

منجانب:

جناب محمد اقبال صاحب مکوانہ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین

نزول قرآن کا مقصد

ہمارے رب نے یہ قرآن کس لئے نازل کیا؟

کیا اس لئے کہ اس سے تعویذ گنڈے بنائے جائیں اور بچوں اور مریضوں کو پہنائے جائیں؟

یا اس لئے کہ مردوں پر پڑھا جائے اور کچھ ملا اس کو مال سمیٹنے کا ذریعہ بنالیں؟

یا صرف اسلئے کہ کچھ نیک لوگ اسے برتنوں پر لکھا کریں اور دھو کر اس کا پانی مریضوں اور سحر زدہ لوگوں کو پلایا کریں؟

یا اس لئے کہ کام چور اور بے عمل لوگ بھیک مانگنے کے لئے راستوں پر پڑھا کریں؟

یا اس لئے کہ پورا قرآن ایک صفحہ میں چھاپ کر زینت اور برکت کے لئے دیواروں پر اور تعویذ بنا کر دکانوں میں لٹکایا جائے؟

یا یہ قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ پیشہ ور لوگ اس کی تعویذ بنائیں اور مسجدوں کے دروازوں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر فروخت کریں کہ "آیۃ الکرسی اور معوذتین کی تعویذ پانچ پانچ روپئے میں"......

یا اس لئے کہ قوال اور گویے اس کو گائیں اور سننے والے اس کے نغموں اور موسیقی پر اچھل کود کریں اور جوش طرب میں آہ اور واہ کی بارش کریں؟ جیسے وہ کسی

مجلس طرب میں ہوں

یا صرف اس لئے کہ بغیر سوچے سمجھے محض طوطوں کی طرح اس کی تلاوت کی جایا کرے
یا یہ اس لئے اتار اگیا تھا کہ اس سے جہاں ہمارے اسلاف نے دنیا فتح کر ڈالی تھی اب اس
کے بجائے آج وہی قرآن کسی اندھیرے گوشے میں غلاف کے اندر رکھ دیا جائے اور
گرد و غبار کی تہ کے اندر وہ چھپا رہے ؟ تجھ سے عفو و کرم کی التجا ہے یارب !

یارب ! اپنی کتاب تو نے ان کاموں کے لئے نہیں نازل فرمائی بلکہ یہ کتاب
تو نے اس لئے نازل فرمائی تھی کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور یہ لوگوں کے لئے
روشنِ چراغ بنے ہوئے اس لئے ناز کیا تھا تاکہ یہ سارے عالم کے لئے بشیر و نذیر بنے
یہ قرآن تو نے زندوں کے لئے اتارا اس لئے اتارا تھا کہ مسلمان اس کو اپنے
گھروں' بازاروں اور مدرسوں میں اپنا نظام و دستور بنائیں اپنے معاملات' تجارت' لین
دین' لیل و نہار کا ہر عمل اس میں بتائے ہوئے قانون اور ضابطہ کے مطابق بجا لائیں
ہم نے اسے چھوڑ دیا اور زندگی کی راہ پر اس طرح چلے کہ قرآن کے مقاصد اور
پروگرام ترک کرنے اور قرآن کے خلاف عملی بغاوت کے نتیجے میں ہم پستی اور
بد بختی کے قعر مذلت میں گرتے ہی چلے گئے.....

ہم نے قرآن کا مفہوم اور اس کے مقاصد کو اتنے عجیب و غریب طریقے سے
بدل ڈالا جس کی مثال پچھلی امتوں میں نہیں ملتی۔ پچھلی امتوں نے آسمانی کتابوں کا
انکار کیا لیکن ہم نے یہ بات کسی امت کے متعلق نہیں سنی کہ اس نے آسمانی کتابوں کو

مُردوں کے لئے پونجی بنایا ہو۔ مگر بد قسمتی سے ہم نے اس کو مُردوں کے لئے پونجی بنادیا۔ ہم خود اپنے آپ کو بھول گئے اور مردوں کو یاد رکھا۔ ہم نے ان کروڑوں انسانوں کو بے لگام چھوڑ دیا جن کی تبلیغ وہدایت کا ہمیں ذمہ دار بنایا گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے جنگ اور تباہی کے وہ آلات بنائے جو ان کے اور ہم سب کے لئے تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

چودہ سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بشارت دی تھی " ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنت رسوله " (موطاامام مالک) میں نے تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑیں ہیں کہ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے (۱) اللہ کی کتاب (۲) رسول اللہ کی سنت یعنی حدیث نبوی (ﷺ)۔

جب ہمارے آباء واجداد نے حقیقی معنوں میں اس کو مضبوط پکڑا اور اسے اپنی زندگی اور عمل کا دستور بنالیا تو چند ہی سالوں میں ساری دنیا کے سردار انسانیت کے رہنما بن گئے۔ قرآن تو ہم روز پڑھتے ہیں مگر اس کی قراءت ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ ہم تو سلف صالحین سے زیادہ قرآن پڑھتے ہیں لیکن کسی کمرہ میں پڑھ لیتے ہیں۔ نہ فہم نہ تدبر نہ عمل بلکہ ہم میں سے اکثر کی تلاوت پر بزرگوں کا یہ مقولہ صادق آتا ہے کَمْ مِنْ قَارِءٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ یَلْعَنُهٗ کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن خود انہیں کو لعنت کرتا ہے مثلاً وہ پڑھتے ہیں اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

وَھُوَ ظَالِمٌ. ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو بسا اوقات ظالم وہ خود ہوتا ہے اور اللہ کی لعنت اس کی زبان سے اس کو پڑھ جاتی ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہوتا ہے۔

مسلمانوں! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی غفلت سے بیدار ہو جائیں اور ضلالت سے اپنا دامن صاف کر لیں. آخر ہمارے علماء ان بدعات کے خلاف جنگ کرنے کے لئے کب کھڑے ہونگے؟ اگر ان کے اندر بدعات کے خلاف لب کشائی کی ہمت نہیں ہے تو اپنی دستار فضیلت اتار دیں یا کم از کم ان لوگوں کی تائید کریں جو ان بدعات کے خلاف لڑ رہے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ خود علماء دین ہی نے ان بدعات کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو مختلف القاب اور نفرت انگیز فتوں سے متہم کرتے رہتے ہیں ہم کو چاہئے کہ ایسے نازک دور میں جبکہ ہم کو خاندانی 'سماجی' سیاسی اور اقتصادی خطرات نے ہر چہار طرف سے گھیر رکھا ہے ہم اپنی گہری نیند سے بیدار ہو جائیں اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر پوری طرح جم جائیں اور اس کی تلاوت غور و تدبر کے ساتھ کریں اسے زندگی کا منشور اور دستور حیات سمجھیں اور بنائیں۔

کیا ہم نے قرآن کی تلاوت اور اسکا مطالعہ کیا ہے؟

اگر نہیں تو اس سے زیادہ محرومی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

لوگوں کا حال یہ ہے کہ صبح اٹھتے ہی اخبار پڑھنے کے لئے بے چین رہتے ہیں'

رسائل کا شوق سے مطالعہ کرتے ہیں' دنیا بھر کی کتابیں پڑھنے کے لئے وقت نکالتے ہیں لیکن اللہ کی کتاب پڑھنے کے لئے ان کے پاس وقت نہیں ہے تو سمجھنے کے لئے کیسے وقت نکال سکے نگے۔ حالانکے نزول قرآن کا آغاز ہی اس کتاب کو پڑھنے کے حکم " اقرء " سے ہوا ہے صرف تلاوت کے لئے نہیں بلکہ سمجھ کر پڑھنے اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے. یہ مُردوں کو بخشوانے کے لئے نہیں بلکہ زندوں کو راہ نجات پر لگانے کے لئے آئی ہے. یہ انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے تاکہ اس کے خیالات میں نکھار پیدا ہو اور اس کی زندگی سنور جائے. یہ مطالبہ کرتی ہے کہ زندگی کا سفر اس کی روشنی میں طے کیا جائے۔ کیا یہ مقاصد قرآن کے مطالعہ کے بغیر پورے ہو سکتے ہیں؟ اور ایسے مسلمان کتنے ہیں جنہوں نے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ہی قرآن سمجھ کر پڑھا ہو؟ ترجمہ و تفسیر قرآن کا مقصد ہی غفلت کے اس پردہ کو چاک کرنا اور قرآن فہمی کی راہ کھولنا ہے۔

قرآنِ مقدس کا اعلان

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرآنَ لِلذِّكرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرْ (سورہ قمر) ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے تو ہے کوئی نصیحت کو حاصل کرنے والا؟

اس کتاب کا مخاطَب ہر شخص ہے اور یہ خیال کرنا کہ اس کو علماء ہی سمجھ سکتے ہیں سراسر غلط ہے. قرآن ہر شخص کو اس کا براہ راست مطالعہ کرنے' اس پر غور و فکر

کرنے اور اس کی نصیحت کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ جو لوگ عربی نہیں جانتے ہوں وہ کسی معتبر ترجمہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر قرآن کے معنی و مطلب کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا اس سے بڑی بے تعلقی اور بہت بڑی محرومی ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں یہ غفلت عام ہے اور علماء نے جہاں ترجمہ و تفسیر کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور درس قرآن کا سلسلہ چلاتے رہے وہاں کچھ علماء ایسے بھی ہیں جو ترجمہ کی مدد سے قرآن کو سمجھنا پسند نہیں کرتے اور تلاوت قرآن اور حفظ قرآن کی فضیلتیں بیان کر کر کے انہیں صرف اسی میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں۔ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ فضائل سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ علماء اس بات پر زور کیوں نہیں دیتے کہ لوگ قرآن کا فہم حاصل کریں اور تعجب ہے کہ بعض حضرات تو اس آیت کا ترجمہ ہی اس طرح کرتے ہیں کہ نصیحت کی جگہ حفظ پر توجہ مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے۔ حلانکہ اس آیت میں لفظ "ذکر" نصیحت کے معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ حفظ کے معنی میں۔

جبکہ حفظ قرآن کا مقصد بھی یہ ہونا چاہئے کہ فہم قرآن آسان ہو جائے۔

قرآن سے بے توجہی کا انجام

وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا • مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا (سورہ طہٰ) اور ہم نے تمہیں خاص اپنے پاس سے ذکر (قرآن) عطا کیا جو لوگ اس سے رخ پھیریں گے وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ اٹھائیں گے۔ قرآن کو ذکر سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو یاد دلانے والی کتاب ہے بندہ اسے جہاں سے

بھی پڑھے اللہ کی یاد میں ڈوب جاتا ہے ۔ وہ ان باتوں کی بھی یاد دہانی کراتا ہے جن سے انسانی فطرت پہلے ہی سے آشنا ہے۔ نیز اس کے ہر ہر جملہ میں سراپا نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اور اللہ کی یاد سے اللہ کے احکام ذہن میں یاد رہتے ہیں

قرآن صرف مسلمانوں کی کتاب نہیں ہے

قرآن کو صرف ایک مذہبی کتاب سمجھ کر نظر انداز کرنا وہ زبردست غلطی ہے جس میں دنیا کی قومیں مبتلا ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن فرمان الہی ہے۔ یہ کسی قوم یا ملک اور زمانہ کی تخصیص کے بغیر ساری انسانیت کے لئے اور ہر دور کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اس کا مخاطب ہر فرد ہے لہذا جس شخص تک بھی قرآن یا اس کی دعوت پہنچ جائے اور وہ اس سے منہ موڑے تو وہ اپنے کو معصیت و عصبیت کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ کیونکہ فرمان الہی کو رد کرنے کا مطلب باغیانہ طرز عمل اختیار کر لینا ہے اس طرح وہ بہت بڑے گناہ کا بوجھ اپنے سر لے لیتا ہے مگر اس کا احساس اسے قیامت کے دن ہی ہوگا کہ وہ کتنا بڑا بوجھ اپنے سر پر لادے ہوئے ہے۔ جو لوگ قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھتے وہ اس سے یاد دہانی اور نصیحت کس طرح حاصل کرینگے۔

کیا قرآن صرف علماء کے سمجھنے کے لئے ہے؟ ہرگز نہیں

قطعی نہیں اگر ایسا ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے نصیحت کے لئے پھر کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا (سورہ قمر) اور اس کے نزول کا یہ مقصد نہ بتاتا کہ

لَعَلَّکُمْ تعقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو۔ قرآن نے مسلمانوں ہی سے نہیں عام انسانوں سے بھی جابجا خطاب کر کے انہیں نصیحت کی ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن عوام و خواص اور مسلم و غیر مسلم سب کے سمجھنے کی چیز ہے اور اس کی دعوت سب کے لئے عام ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ لوگ اس کو سمجھ کر نہ پڑھیں۔

عربی نہ جاننا کوئی عذر نہیں ہے. اللہ کے فضل سے قرآن کے ترجمے اور تفسیریں موجود ہیں جس کی مدد سے قرآن کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے اس سہولت کے باوجود اگر آپ نے قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تو قیامت کے دن آپ کو اس کی جواب دہی کرنا ہوگی اور ہمارے لئے اس سے زیادہ محرومی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہو مگر ہمیں یہ جاننے کی کوئی فکر نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔

قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شکایت

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَارَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوا ھٰذَا الْقُرْآنَ مَھْجُوْرا (الفرقان) اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا...ف جناب رسالت مآب ﷺ قیامت کے روز اللہ سے شکایت کریں گے کہ اے میرے پروردگار' میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

قرآن وحدیث ہی مکمل ضابطہ حیات ہے

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن　　　پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار　　　مت دیکھ کسی کا قول وکردار

تحریک اہل حدیث مروجہ مذہبوں کی طرح کوئی مذہب نہیں ہے اور نہ ہی مختلف فرقوں کی مانند کوئی فرقہ بلکہ یہ ایک تحریک ہے جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں، قرآن وحدیث کے مطابق عمل کرنے اور کرانے کا عزم رکھتی ہے۔ داعیان کتاب وسنت کی یہ تحریک اہل حدیث کسی استاد، مدرسہ یا کسی شہر کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ اس کی نسبت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے۔ کیونکہ اللہ نے قرآن میں قرآن کو بھی حدیث قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو بھی حدیث قرار دیا ہے. اسی لئے اہل حدیث کی نسبت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور یہی ہمارا سرمایہ حیات باعث صد افتخار ہے۔ اہل حدیث کا نظریہ وعقیدہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا نظریہ وعقیدہ ہے، اہل حدیث کا مشن صحابہ کرامؓ تابعینؒ وتبع تابعین عظامؒ کا مشن ہے، اہل حدیث کا منشور آئمہ محدثین کا منشور ہے، اہل حدیث کا دستور قرآن وحدیث ہے کیونکہ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ ہی اصل الاصول ہے :۔

ہی اصل الاصول ہے۔

آئمہ کرامؒ فقہاء عظامؒ ہمارے نزدیک بھی واجب الاحترام ہیں۔ ان کی فقاہت، ان کے اجتہادات اور ان کی خدمات اسلام کا قیمتی سرمایہ اور متاع ثمین ہے جو زبردست خراج تحسین کے لائق ہیں۔ لیکن ان کی ہر بات نہ واجب التسلیم ہے اور نہ ہر فتوی واجب الانکار ہے۔ کتاب وسنت کے موافق ہر قول و فعل ہمارے سر آنکھوں پر اور قرآن وحدیث کے مخالف ہر فتوی وفیصلہ (بقول آئمہ کرام) نا قابل قبول اور واجب الترک ہے۔ آئمہ کرام واجب الاحترام ضرور ہیں مگر واجب الاطاعت نہیں بلکہ صرف اللہ ورسول اللہ کی ہی ہر بات بلا چوں وچرا، بلا حیل وحجت تسلیم کرنا لازم وضروری امر ہے اور فیصلہ رسول پر ناک بھوں چڑھانا منافقت ہے۔ منفی ایمان ہے۔

ہم اہل حدیث امامت کبری کے علمبردار ہیں جہاد وغزوہ ہمارا منشور ہے قرآن وحدیث کی اشاعت ہمارا موقف ہے شرک وبدعت کی تردید ہمارا نصب العین ہے کتاب وسنت پر عمل ہمارا طرہ امتیاز ہے پرچم توحید وسنت لہرانا ہماری شان ہے صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ، آئمہ دینؒ، اولیاء وصالحینؒ سے صحیح عقیدت ہماری پہچان ہے۔ دنیا بھر کو کتاب وسنت کی دعوت دینا ہمارا اشعار ہے چہار دانگ عالم کی وسعتوں میں دعوت قرآن وحدیث کو عام کرنا ہمارا فریضہ ہے۔ جذبات، عصبیت، تشدد، تعصب وتنگ نظری سے اجتناب کرنا ہمارا طریق کار ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اصل دین اور سرمایہ علم ویقین صرف قرآن وحدیث ہے یہی اسلام کا ماخذ دین

بھی کا منبع رُشد و ہدایت کا مخزن و مصدر ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں ہمارا موقف وفاقی ہے اور ہماری دعوت آفاقی ہے۔ تحریک اہل حدیث فاران کی چوٹی سے لیکر ابھی تک اسی موقف وفاقی اور دعوت آفاقی کا حامی ہے۔

قرآن ایک ابدی قانون ہے تو حدیث اس کی زندہ و جاوید تفسیر ہے. قرآن وحدیث لازم وملزوم ہے قرآن بغیر حدیث کے ناقابل عمل ہے. قرآن چمن ہے تو حدیث زینت چمن ہے. قرآن درخت ہے تو حدیث اس کا پھول و پھل ہے. قرآن پھول ہے تو حدیث اس کی خوشبو ہے. قرآن پھل ہے تو حدیث اس کا مزہ و ذائقہ ہے. قرآن اگر شاخ ہے تو حدیث اس ہی کا پتا ہے. قرآن برگ وبار ہے تو حدیث اس کی ہریالی و سرسبزی و شادابی ہے۔ یہ دونوں اللہ کی دو عظیم نعمتیں ہیں انہی دونوں پر دین کی عمارت قائم ہے اور مضبوط تھامے رکھنے پر ضلالت و گمراہی سے حفاظت کی اور رشد و ہدایت پر گامزن رہنے کی ضمانت ہے۔

برادران اسلام. قرآن مجید میں باربار اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے (سورہ نساء) اور آپ کی اتباع ہی اللہ سے سچی محبت کی علامت ہے (سورہ آل عمران)۔

قرآن وحدیث پر مضبوطی سے کاربند ہونا ہی گمراہی سے نجات کی صورت ہے. اسی لئے آخری رسول کی آخری وصیت بھی یہی ہے "تَرَکْتُ فِیکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ

نضِلّوا مَاتمسّکتُم بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنّۃَ رَسُولِہٖ " (موٴطا امام مالک صفحہ ۳۶۳. مشکوٰۃ صفحہ ۳۱) یعنی میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے. ایک اللہ کی کتاب (قرآن) دوسری رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، امامان دینؒ، مجتہدینؒ ومحدثینؒ اور اصحاب خیر القرون کا عمل انہیں دونوں پر تھا اور انہیں دونوں کی ترویج واشاعت بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ (شامی جلد ۱ صفحہ ۴۶). یعنی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے. آپ کا ہی فرمان ہے نہ میری تقلید کرو نہ مالکؒ کی نہ ان کے علاوہ کسی اور کی تم وہیں سے احکام حاصل کرو جہاں سے اُن لوگوں نے حاصل کئے یعنی قرآن وحدیث سے (تحفۃ الاخیار صفحہ ۴)۔ آپ ہی کا قول ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں، حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں اور اقوال صحابہ کے مقابلہ میں میری بات کو چھوڑ دو (القول المفید ایقاظ الہمم)۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا میں انسان ہوں اجتہاد میں کبھی غلطی بھی کر جاتا ہوں اور کبھی درستگی کو پہنچتا ہوں. اس لئے تم میری رائے میں غور وفکر کرو جو قرآن وحدیث کے موافق ہو اسے قبول کرو اور جو غیر موافق ہو اسے چھوڑ دو (ایقاظ الہمم. صراط مستقیم ص ۴۵)۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)۔ یعنی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ آپ کا ہی فرمان ہے جب میری بات حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میری بات کو دیوار پر مار دو (الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۹۶)۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا میری تقلید نہ کرو مالکؒ اوزاعیؒ اور نخعیؒ کی بھی تقلید نہ کرو بلکہ قرآن اور حدیث سے ہی احکام و مسائل حاصل کرو جہاں سے ان بزرگوں نے حاصل کیا (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)۔

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا قرآن و حدیث کو ہی اپنا امام بناؤ اور ان دونوں میں غور وخوض کرو انہی دونوں پر عمل کرو کسی کی بات (قیل و قال) اور خواہش سے دھوکہ مت کھاؤ (فتوح الغیب مقالہ ۳۶)۔

آئمہ کرام کے ارشادات عالیہ سے یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی کی بات قابل اعتبار نہیں ہے اور کیوں نہیں؟ جبکہ رسالت محمدی کی موجودگی میں کسی نبی کی نبوت نہیں چل سکتی تو کسی امام کی فقہ کیسے چلے گی؟

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فاروق اعظمؓ کے تورات پڑھنے پر رسول رحمت ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا. صدیق اکبرؓ کی تنبیہ پر

فاروق اعظمؓ نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے غضب سے پناہ مانگی اسی وقت رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر موسی علیہ السلام تم پر ظاہر ہوتے اور مجھ کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم ضرور گمراہ ہوتے اور حضرت موسی علیہ السلام اس وقت زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے (مشکوۃ صفحہ ۳۲)۔

جب تورات جیسی آسمانی کتاب کے پڑھنے پر اس قدر غم وغصہ کا اظہار ہے تو دوسری کتابوں کے پڑھنے کا انجام کیا ہوگا ؟ جب نبی مرسل حضرت موسی علیہ السلام پر رسول رحمت ﷺ کی اطاعت کرنا ضروری ہے تو غیر نبی پر کس قدر ضروری ہوگی ؟

مقام غور وفکر : قرآن کریم میں رسالت مآب ﷺ کی ایک صفت سراجاً منیراً روشن چراغ) بیان کی گئی ہے. سراج منیر اس چراغ کو کہتے ہیں جو اپنی ذات میں بھی روشن ہو اور دوسرے چراغوں کو بھی روشن کرے جس طرح مادی سورج کے طلوع ہونے کے بعد ستاروں کی ضرورت نہیں اسی طرح آفتاب رسالت ﷺ کی موجودگی میں کسی اور روشنی کی حاجت نہیں. جس طرح آفتاب کی موجودگی میں چراغ جلانا حماقت ہے اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دوسری روشنی کا تلاش کرنا توہین رسالت ہے۔ قرآن کا اعلان ہے ''اے ایمان والو!

اپنے اختلافات کا فیصلہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے کراؤ" (سورہ نساء). "باہمی جھگڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل نہ ماننا بے ایمانی ہے اور فیصلہ محمدی پر نظر ثانی کرنا منافقت ہے" (سورہ نساء)۔

اسلام اللہ کی واحد مرکزی شاہراہ ہے. یہ ایک ایسی سڑک ہے اس میں شروع سے آخیر تک کہیں کوئی چوراہا نہیں ہے اس راہ پر چلنے والا مسلم ہے وہ کسی فرقہ کا نہیں بلکہ امت مسلمہ کا فرد ہے. اسلام زمانہ رسالت میں مکمل ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکمل صورت میں پیش کردیا ابتدا ہی سے ایک رہا ہے. ایک اللہ' ایک رسول' ایک کتاب' ایک دین اور ایک امت ہونا ہی اس کی تاریخ ہے۔ لیکن جب مسلمانوں میں بگاڑ پیدا ہوا تو اللہ کے ساتھ بہت سے شرکاء بنالئے اور رسول کے ساتھ اپنے اپنے امام مقرر کرلئے۔ حالانکہ آئمہ کرام نے ایسی حرکت سے سختی کے ساتھ منع کیا تھا اور قرآن نے اختلاف کے وقت اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرانے کا حکم دیا ہے (سورہ نساء)۔

لہذا ایسے پُر خطر حالات میں خصوصاً ہمیں کتاب و سنت قرآن و حدیث سے ہی اپنا رشتہ جوڑنا چاہئے اور تحقیق و جستجو کے دامن کو تھام کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی کو اپنا پیشوا اور امام بنانے کی ذمہ داری کو نبھانا چاہئے۔

گر نہیں ہے جستجوئے حق کا تجھ میں ذوق و شوق، امتی کہلا کے پیغمبر کو تو رسوا نہ کر
ہے فقط توحید و سنت امن و راحت کا طریق ، فتنہ جنگ و جدل تقلید ہے پیدا نہ کر

اے اللہ جملہ مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی عظمت ورفعت سمجھنے کی توفیق مرحمت فرما اور ہمیشہ ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم ودائم رکھ. آمین ۔

عورت اور مرد کی نماز میں فرق کیوں ؟

صحیح احادیث رسول ﷺ میں عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ دونوں کی نماز برابر ہے۔ چنانچہ مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے "اِرْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِيْكُمْ فاقيموا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ ...... وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ" (بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۸). یعنی جاؤ اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہو اور انہیں دین سکھاؤ اور دین پر عمل کرنے کا حکم دو.... اور اسی طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث ہذا میں عورت اور مرد کی نماز میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے اس کا عموم عورت و مرد دونوں کو شامل ہے اور چونکہ حدیثوں میں عورت و مرد کی نماز میں فرق سے متعلق کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے اس لئے دونوں کی نماز میں تفریق کرنا صحیح نہیں ہے. کیونکہ آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے صحابہ کرامؓ کے علاوہ صحابیاتؓ بھی ہوا کرتی تھیں . اگر دونوں کی نماز میں کوئی فرق ہوتا تو آپ ﷺ اس کی وضاحت فرمادیتے۔

عام طور سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے تک اٹھائے اور مرد کانوں کی لو چھوئے مگر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ عورت اور مرد دونوں کے لئے مسنون ہے کہ کندھوں کے برابر ہاتھ

اٹھائیں (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲) یا کانوں کے برابر اٹھائیں (مسلم) کان کی لو چھونے کی کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔

یہ بات بھی مشہور کر دی گئی کہ عورت سینہ پر ہاتھ باندھے اور مرد ناف کے نیچے. اس کی بھی صراحت کسی بھی صحیح حدیث میں نہیں ہے البتہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث بالکل ہی صحیح ہے (مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۲۲۶. صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۴)۔ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو علماء احناف نے بھی صحیح قرار دیا ہے (شرح وقایہ صفحہ ۹۲)۔

مگر ان روایتوں میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے. بلکہ ہر ایک کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے. رہا مرد کے لئے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث کو علماء احناف نے بھی ضعیف تسلیم کیا ہے (شرح وقایہ صفحہ ۱۶۵. حاشیہ ۶)۔ لہٰذا صحیح حدیثِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کو سینہ ہی پر ہاتھ باندھنا چاہئے کیونکہ یہی مسنون عمل ہے

عام طور سے عورتیں (جو نماز پڑھنا نہیں جانتیں) .... سجدہ میں جانے کے لئے پہلے دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال کر بیٹھ جاتی ہیں پھر بازو کو بچھا کر اور پیٹ کو رانوں سے ملا کر بالکل ہی چپک کر سجدہ کرتی ہیں جبکہ ایسا کرنا مرد اور عورت کسی کے لئے بھی صحیح نہیں ہے۔ (جائز ہی نہیں ہے بیہقی)

بیہقی جن روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے سجدہ کی کیفیت مرد کے سجدہ سے مختلف ہے اُن کی استنادی حیثیت قابل اعتبار نہیں ہے. امام بیہقی نے خود ان روایتوں کو ساقط الاعتبار گردانا ہے۔

۱ پہلی روایت کی سند میں ایک راوی عطا بن عجلان ہے جو بیحد ضعیف ہے۔ ان کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں " متروك بل أطلق عليه ابن معين والفلّاس وغيرهما الكذب " یعنی یہ متروک راوی ہے بلکہ ابن معین اور فلاس اور دوسرے آئمہ جرح وتعدیل نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے(تقریب صفحہ ۳۹۱ رقم ۴۵۹۴)۔

۲ دوسری روایت ابو مطیع البلخی سے ہے کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں " كان بصيبرا بالراى .... ولكنه واه فى ضبط الاثر " یعنی وہ صاحب بصیرت آدمی ہے مگر روایت حدیث میں بیحد کمزور راوی ہے۔ امام ابن معین و امام بخاری وامام نسائی وامام ابوداؤد وغرہ رحمہم اللہ نے انہیں ضعیف کہا ہے(المغنی ۱۹۹۰ صفحہ ۳۰)۔

۳ تیسری روایت یزید بن حبیب تابعی سے ہے جو براہراست رسول اللہ ﷺ سے روایت کررہے ہیں گویا یہ سند منقطع ہے اس کے علاوہ اس سند میں سالم بن غیلان متکلم فیہ راوی ہے . امام دارقطنی نے ان کو متروک کہا ہے (میزان جلد ۲ صفحہ ۱۱۳)۔

۷ چوتھی روایت میں ایک راوی کا نام حارث بن عبداللہ الہمدانی الاعور ہے جو حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہے اسے امام شعبی اور امام ابن مدینی نے کذاب اور ابن معین و نسائی اور دار قطنی نے ضعیف کہا ہے. امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے وہ جو کچھ روایت کرتا ہے بیشتر باطل ہوتی ہے

یہ ہے ان روایات کی استنادی حیثیت جنہیں سنن کبری (۲/ ۲۲۲ : ۲۲۳) میں امام بیہقیؒ نے نقل کیا ہے. ان روایات کے راویوں سے متعلق آئمہ جرح و تعدیل کی جو تصریحات اوپر نقل کی گئی ہیں اُن کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ احتجاج کے قابل ہیں یا نہیں۔

اس مضمون کی حدیث مرسل اور غیر صحیح ہے (نماز نبوی بحوالہ مراسل ابوداؤد) اور مرسل حدیث لائق احتجاج نہیں ہے (مقدمہ مسلم صفحہ ۲۲) جبکہ صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان ہے " اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ انْبِسَاطَ الْکَلْبِ " (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۳) یعنی سجدہ میں اعتدال کرو تم میں سے کوئی اپنے بازوؤں کو کتوں کی طرح نہ بچھائے۔ جس طرح کتوں کی مشابہت اختیار کرنا مرد کے لئے جائز نہیں ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی روا نہیں ہے. لہذا عورت بھی مرد کی طرح سجدہ کرے گی۔

اسی طرح ایک روایت امام احمد نے اس طرح نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ اپنی عورتوں کو نماز میں چار زانوں ہو کر بیٹھنے کا حکم فرماتے (مسائل امام احمد صفحہ ۷۹)۔

لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے اس میں ایک راوی عبداللہ بن عمر العمری ہے اسے حافظ ابن حجر نے ضعیف کہا ہے (تقریب ۲۹۰). اس لئے تشہد میں عورت مرد ہی کی طرح بیٹھے گی کیونکہ ابن ابی شیبہ نے امام نخعی سے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

۱ " تَفعَلُ الْمَرْأَةُ فِیْ الصَّلٰوۃِ کَمَا یَفعَلُ الرَّجُلُ " (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۵) یعنی عورت اسی طرح نماز ادا کرے گی جس طرح مرد ادا کرتا ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے صحیح سند سے ام درداء سے روایت کیا ہے[۲] " اَنَّھا کَانَتْ تَجلِسُ فِیْ صَلٰوتِھَا جِلْسَۃَ الرَّجُلِ وَکَانَتْ فَقِیْھَۃً " (تاریخ صغیر صفحہ ۹۶ . بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۴) یعنی ام درداء فقیہہ ہونے کے باوجود اپنی نماز میں اسی طرح بیٹھتیں تھیں جس طرح مرد بیٹھتا ہے۔

۳ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں " فَدَلَّ ھٰذَا اَنَّ الْمُسْتَحَبَّ لِلْمَرْأۃِ اَنْ تَجْلِسَ کَمَا یَجْلِسُ الرَّجُلُ " (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۴ حاشیہ ۸) یعنی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ عورت کے لئے بھی مرد ہی کی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔ اور یہی مسلک امام نخعی اور امام ابو حنیفہ کا بھی ہے۔

۴ صحیح حدیث رسول اللہ ﷺ " صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ " کا عموم عوت اور مرد دونوں کو شامل ہے. اسی لئے عورت اور مرد کی نماز میں تفریق کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ دونوں کے لئے ایک ہی طرح تکبیر تحریمہ سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک نماز پڑھنا لازم ہے. ارکان نماز میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

البتہ شرائط نماز میں قدرے فرق ہے جن کا خیال کرنا نماز سے قبل ہی ضروری ہے جیسے مرد کے لئے گردن اور سر کا ڈھانکنا نماز کے لئے ضروری نہیں ہے مگر عورت کے لئے لازم ہے "لَا تقبلُ صلوٰۃُ حائضٍ اِلاَّ بخمارٍ" (ترمذی مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ مرعاۃ المفاتیح جلد ۱ صفحہ ۴۷۸) یعنی بالغ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں ہوتی۔ مرد ایک ایسے کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے جس سے دونوں کندھے اور گھٹنے ڈھک جائیں (بخاری مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۴۷۸)۔ جبکہ عورت کے لئے اتنے ہی کپڑے پر اکتفا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ سر سے پاؤں تک ڈھک کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ ام سلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا عورت صرف قمیض اور چادر اوڑھ کر نماز پڑھ سکتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "اِذَا کَانَ الدِّرْعُ سبغًا یُغطّی ظُھُورَ قدمیھا" (ابوداؤد۔ مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۴۷۸) یعنی جب قمیص اتنا لمبا ہو جو اس کے دونوں قدموں کو چھپالے۔ گویا عورت کے لئے سر سے پیر تک ڈھک کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ البتہ چہرہ اور ہتھیلی کھلی رہے تو کوئی حرج نہیں ہے (مرعاۃ المفاتیح جلد ۱ صفحہ ۴۷۶)۔

عورت پر قبولیت نماز کے لئے پاؤں بلکہ ناخن تک کا چھپانا شرط ہے جبکہ مرد کے لئے ٹخنے سے نیچے کپڑے کا لٹکانا منع ہے بلکہ لٹکانے سے اس کی نماز نہیں ہوگی فرمان رسالت ﷺ ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُقبلُ صلوٰۃَ رَجُلٍ مُسبلٌ اِزَارَہٗ" (ابوداؤد۔ مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۵۔ مرعاۃ جلد ۱ صفحہ ۴۷۷)۔ یعنی ٹخنے سے نیچے کپڑا

لٹکانے والے مرد کی نماز اللہ قبول نہیں کرتا ہے۔ مرد کے لئے فرض نماز مسجد میں
باجماعت پڑھنا ضروری ہے جب کہ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے.
البتہ مسجد میں جاکر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ مرد خوشبو لگا کر مسجد جاسکتا ہے
بلکہ خوشبو سے معطر ہو کر جانا بہتر ہے. جبکہ عورت خوشبو لگا کر مسجد نہیں جاسکتی.
سخت ممانعت ہے۔ مرد' مردوں اور عورتوں کا امام ہو تو اس کو آگے کھڑا ہونا ہے
جبکہ عورت' عورتوں ہی کی امام ہو تو اس کو عورتوں کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے
اور عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی ہے۔ گویا ارکان نماز میں عورت اور مرد کی
نماز میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ تکبیر تحریمہ سے سلام پھیرنے تک تمام ارکان کے
بجالانے میں عورت اور مرد مساوی ہیں. نماز شروع کرنے سے پہلے جن چیزوں کی
ضرورت ہوتی ہے ان میں قدرے فرق ہے جن کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے.
بقیہ کسی چیز میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اللہ مسلم خواتین کو نیک سمجھ عطا فرمائے اور کتاب و سنت کی روشنی میں
زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے . آمین . إِنْ أُرِيدُ الا الاصلاح ۔

ما استطعت وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ کیوں ؟

آج کل اعلی تعلیم یافتہ ہو یا اونی تعلیم یافتہ دونوں طبقوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ لکھنے کا عام رواج ہو چکا ہے۔ جبکہ شریعت محمدی میں اس کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ البتہ اہل فارس اور یہودیوں کے یہاں اس کا سراغ ملتا ہے کہ وہ الفاظ کی جگہ اعداد استعمال کرتے ہیں۔ یہ روش ادھر ہی سے مسلمانوں میں داخل ہو کر قبول عام ہو رہی ہے۔ لہٰذا تفسیر مظہری اردو جلد اول صفحہ ۱۷ کے حاشیہ میں ہے کہ اہل فارس نے کسی کا سنِ ولادت و وفات یا کسی بادشاہ کی تاجپوشی یا کسی غیر معمولی واقعہ کا وقوع یاد رکھنے کے لئے حروف کا عددی حساب مقرر کر رکھا تھا۔ ابجدی اعداد کے موجد عرب نہیں ہیں نہ ہی عرب میں کبھی ان کا استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہودی علماء حساب ابجدی سے واقف تھے۔ امام بخاریؒ اپنی تاریخ میں اور ابن جریر نے بھی بسند ضعیف بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ یہودی آئے اور آپ نے ان کے اوپر سورہ بقرہ پڑھی تو انہوں نے حساب لگا کر جی ہی جی میں کچھ شمار کر کے کہا کہ ہم ایسے دین میں کیوں کر داخل ہو سکتے ہیں جس کے رواج کی مدت زیادہ سے زیادہ ۷۱ برس ہیں کیونکہ الم کے کل اعداد بحساب ابجد ۷۱ ہوتے ہیں۔ نبی ﷺ نے سنا تو مسکرا کر خاموش ہو گئے اس پر یہودیوں نے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اسکے علاوہ کچھ اور بھی آپ کے اوپر نازل ہوا ہے ؟

فرمایا ہاں المص، الر اور المر. یہ سن کر یہودیوں نے کہا ابو القاسم تم نے ہم کو اشتباہ میں ڈال دیا (کیونکہ المص کے عدد ۱۶۱ اور الر کے عدد ۲۳۱ اور المر کے عدد ۲۷۱ ہیں) اب ہم حیران اور سخت حیران ہیں کہ کس کو لیں اور کس کو چھوڑیں (تفسیر مظہری اردو جلد ۱ صفحہ ۱۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حروف اور اعداد کا ایک دوسرے کا بدل قرار دینے کا تصور یہودیوں اور فارسیوں کی طرف سے آیا ہے. لہٰذا مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

الفاظ کی جگہ اعداد استعمال کرنے کا مطلب سمجھے بغیر اس مضمون کو مکمل طور پر نہیں سمجھا جاسکتا ۔ دراصل عربی کے تمام حروف تہجی کو الگ الگ نمبر دیئے گئے ہیں مثلاً لفظ محمد (ﷺ) کے نمبر ۹۲ ہے کیونکہ اس مقدس لفظ میں جو حروف استعمال ہوئے ہیں ان کے مجموعی نمبر ۹۲ ہوتے ہیں. اس لئے کہ م کے ۴۰، ح کے ۸، م کے ۴۰ اور د کے ۴ نمبر ہیں. بس اس طرح کسی بھی جملے میں استعمال ہونے والے حروف کے نمبروں کو یکجا کر کے اعداد کی زبان میں ادا کرتے ہیں۔ ایسے ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم میں لکھے جانے والے حروف کے نمبروں کا مجموعہ ۷۸۶ ہوتا ہے۔ اسلامی آداب میں ایک ادب یہ بھی ہے کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے ورنہ وہ بے برکت ہو جائیگا. اس لئے لکھنے پڑھنے میں بسم اللہ کا استعمال ضروری ہے۔ چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مشرکہ عورت ملکہ سبا بلقیس کے پاس توحید اسلام کا پیغام بذریعہ خط بھیجا

تو اس کی ابتداء بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے " اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ " . (سورہ النمل) یعنی یہ خط سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور اللہ کے نام سے شروع جو رحمٰن و رحیم ہے ۔ تم سرکشی نہ کرو بلکہ اسلام قبول کر کے میرے پاس چلی آؤ ....

اور قرآنی اصول خطوط نویسی پر عمل پیرا ہو کر رسول اللہ ﷺ نے بھی مختلف سرداروں اور بادشاہوں کے نام خطوط لکھے تو ان کا بھی آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی سے فرمایا ۔ آج بھی وہ خطوط کتب احادیث میں مکمل طور پر محفوظ ہیں ۔ بخاری شریف میں ہے " بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبدالله ورسوله الى هرقل عظيم الروم . سلام على من اتبع الهدى امابعد . فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَيَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ " یعنی شروع اس اللہ کے نام سے جو نہایت رحمٰن و رحیم ہے اللہ کے بندہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے روم کے حاکم کے پاس ۔ ہدایت قبول کرنے والے پر سلامتی ہو امابعد ۔ میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں آپ اسلام قبول کریں سلامتی پا جائیں گے اور اللہ آپ کو دہرا اجر سے نوازے گا

اور اگر آپ منہ موڑیں گے تو آپ پر تمام رعایا کا گناہ ہوگا. اور اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے علاوہ کسی کو رب نہ بنائیے. پھر اگر یہ لوگ منہ موڑلیں تو تم ان سے کہدو کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵)۔

اس کے مقابل موجودہ دور کے اکثر لوگوں نے بسم اللہ کے بجائے ۷۸۶ اختیار کرلیا ہے اور عام طور سے یہ عدد تحریر میں رائج بھی ہے. حالانکہ شریعت اسلامیہ میں کبھی بھی اعداد کو لفظ کا بدل تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ یہود ونصاری اس کو اہمیت دیتے اور حروف کو اعداد کے طور پر استعمال کرتے تھے اور ابھی بھی مسلمانوں کے روز مرہ کی زندگی میں اعداد کو الفاظ کا بدل سمجھنے کا تصور موجود نہیں ہے ورنہ سید کو ۷۴' شیخ کو ۹۱۰' انصاری کو ۳۵۲ اور قریشی کو ۶۲۰ کہا جاتا. رضوی کو ۲۰۱۲' دیوبندی کو ۸۶' بریلوی کو ۲۵۷ اور تبلیغی کو ۱۴۵۲ کے اعدادی نمبرات سے یاد کیا جاتا۔ البتہ وہابی کے لئے ۲۴ نمبر کا استعمال ہوتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اگر مولانا کو ۱۲۸' پیر صاحب کو ۲۱۲ اور امام صاحب کو ۸۲ نمبر بول کر پکارا جائے تو وہ یقیناً ناراض ہوجائیں گے. ان کی ناراضگی سے بچنے کے لئے ان نمبروں کا استعمال نہیں کرتے. پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ کے مقدس نام اور رسول کے متبرک اسم شریف کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا جائے. کیا اللہ اور

رسول کی ناراضگی کاخوف نہیں ہے؟

علاوہ ازیں یہ کوئی ضروری بھی نہیں ہے کہ نمبرایک ہی عبارت کو ظاہر کرلے بلکہ ایک سے زیادہ عبارتوں کا مجموعی عدد مساوی بھی ہوسکتا ہے. جیسے لفظ انور کے لئے ۲۵۷ کا عدد ہے تواردن' بردن اور رونا کے لئے بھی یہی عدد نکلتے ہیں. پھر بتایئے کہ ایک نمبر بول کر کس کس کو پکارا جائیگا. اسی طرح ۷۸۶ کا عدد بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نمبر ہونے کے ساتھ ہندوں کے معبود کرشن کے نام کا نعرہ ہرے کرشنا کا عددی نمبر ہے۔

اچھا ذرا سوچ کر جواب دیجئے کہ اگر کوئی آدمی بوقت ضرورت اللہ کی قسم کھانے کے بجائے اس کا عددی نمبر بولے کہ ۲۹۶ میں سچ کہہ رہا ہوں تو کیا آپ ان کی بات کی تصدیق کریں گے؟ نکاح کے موقع پر دلہا میاں "میں نے قبول کیا" کے بجائے یہ کہے کہ میں نے ۱۳۸ کیا. توکیا اس کا نکاح منعقد ہوجائے گا اور کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ جا تجھے ۱۴۰ ہے توکیا اسے طلاق واقع ہوجائے گی. اس طرح تو (موجودہ غلط رسم ورواج کی صورت میں) اسے تین طلاق کہنے کے لئے صرف یہ کہدینا ہی کافی ہوجائیگا کہ تجھے ۴۲۰ ہے اس طرح کہنے سے کیا تین طلاق تسلیم کرلی جائے گی؟ ذرا سوچ کر جواب دیں گے....

اگر حضرت کو ۱۴۰۸' حضرت جی کو ۱۴۲۱' اعلی حضرت کو ۱۵۳۲' خواجہ صاحب کو ۶۰۵ اور بڑے پیر صاحب کو ۴۲۴ کے اعداد سے یاد کرنا بے ادبی

و گستاخی ہے تو اسم مبارک محمد ﷺ کے لئے ۹۲ لکھنا گستاخی کیوں نہیں ہے ؟
اگر کسی کے نام کا عدد ۴۲۰ آجائے تو کیا وہ اس بد نام عدد سے پکارے جانے کو پسند کر سکتا ہے ؟ ہر گز نہیں . پھر بسم اللہ کے لئے ہرے کرشنا (کفریہ و شرکیہ نعرہ) کے نمبر ۷۸۶ کا استعمال کیوں پسند کیا جاتا ہے ؟

کہا جاتا ہے کہ احتراماً بسم اللہ کے بجائے اسکا عدد استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ جس کاغذ پر بسم اللہ لکھا ہوا ہو اس کو ادب واحترام کے ساتھ رکھنا لازم ہے . حالانکہ جب عدد اس کا بدل اور نائب ہے تو اس کی ویسی ہی تعظیم کرنا ضروری ہے جیسی اصل کی ضروری ہے ورنہ امام صاحب کی تعظیم کیجئے اور نائب امام کی توہین' وزیر اعظم کی توقیر کیجئے اور نائب وزیر اعظم کی تحقیر. جب ایسا نہیں کیا جاتا ہے تو پھر اس قسم کا حیلہ وبہانہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ برائے کرم اس پر سنجیدگی سے غور کیجئے اور حیلہ بہانہ سے اجتناب کیجئے اور بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ بسم اللہ کا عدد نعم البدل کے طور پر صرف تحریر ہی میں استعمال ہوتا ہے زبان سے کہنے میں نہیں ورنہ کھانا کھاتے وقت ۷۸۶ اور قرآن پڑھتے وقت ۷۸۶ سے فائدہ یوں نہیں اٹھایا جاتا اور اگر نماز کے اذکار ودعا کے اعداد نکالئے جائیں تو بڑی آسانی سے جھٹ پٹ تمام ادا ہو جائے گی اور اگر پورے قرآن کے اعداد نکال لئے جائیں تو رمضان کی نماز تراویح میں یعلمون تعلمون سننے کی حاجت ہی پیش نہ آئے بلکہ تمام تراویح بڑی آسانی سے ایک ہی مرتبہ میں پورا قرآن الجبرہ

میں پڑھ کر سنادے اور آپ سماعت قرآن سے سبکدوش ہو جائیں اور بلا مشقت پورا قرآن پڑھے سنے بغیر ہی آپ کے نامہ اعمال میں ختم قرآن کا ثواب اندراج ہو جائے ۔ یہودیوں نے بڑی عیاری اور مکاری سے ہمارے درمیان اعداد کو جاری کر کے ہمیں ثوابوں سے محروم کرنے کی سازش میں کامیابی حاصل کرلی ہے اور ہم ہیں کہ انکی سازشوں کا شکار ہو چکے ہیں اور ہوتے چلے جارہے ہیں۔

غور کیجئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں کل حروف انیس (۱۹) ہیں اور قرآن کریم کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے پر یا لکھنے سے ایک سو نوے (۱۹۰) نیکیاں ملیں گی. اس طرح یہودیوں نے ۷۸۶ لکھوا کر ۱۹۰ نیکیوں سے ہمیں محروم کر دیا ہے اور ہم مسلمان اس محرومی کو گوارہ بھی کر چکے ہیں اور اگر کوئی اس محرومی سے روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے مختلف انداز سے بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی انہیں بزرگوں کا گستاخ گردانا جاتا ہے تو کبھی اور برے برے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ تعویذ گنڈے لکھنے والے حضرات خاص طور سے ان اعداد کو لکھا کرتے ہیں اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اس نمبر کو استعمال کرنے کے بجائے مکمل بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا کریں اور یہودیوں کی روش اور ان کی سازش سے بچ کر اسم مبارک کی برکتوں سے مستفیض ہونے کی پوری پوری کوشش کریں۔

کیا آپ نے آج

☆ قرآن کے کسی حصہ کی تلاوت کی ہے ؟

☆ باجماعت پنجوقتہ نماز پڑھی ہے ؟

☆ کسی ایک حدیث کا ترجمہ یاد کیا ہے ؟

☆ ان کے علاوہ کوئی نیک کام کیا ہے ؟

——— اگر نہیں تو ———

آج آپ نے اپنی عمر عزیز کا ایک اور قیمتی دن یونہی کھودیا۔ کوشش کیجئے کہ آئندہ کل، آج سے بہتر گزرے۔

اگر آپ نے روزانہ پندرہ منٹ بھی قرآن وحدیث کے پڑھنے، یاد کرنے اور اس پر عمل کرنے میں گزارے

—— تو ——

یہ دنیا وآخرت میں آپ کی فلاح ونجات کا سبب بن جائیں گے۔

اللہ تعالی ہم سب کے ارادوں میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین ۔

منجانب : مرکزی جماعت غرباء اہل حدیث .

مسجد ومدرسہ دار الکتاب والسنہ. ۹۹۸ پان منڈی. صدر بازار دہلی۔٦

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ عنقریب بہت فتنے اُٹھیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے یہ پوچھا کہ ان سے بچنے کی راہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ کی کتاب"، کیوں کہ اس میں گزشتہ لوگوں کے واقعات ہیں اور آئندہ کی خبریں ہیں جو اس کو پکڑے رہے گا وہ اللہ کی حفاظت میں رہے گا (جامع الاصول فی احادیث الرسول)

ہر دور میں کچھ فتنے رہے ہیں لیکن ہمارے دور میں گزشتہ تمام دوروں کے فتنے جمع ہوگئے ہیں نہ کسی کو سکون ہے اور نہ کوئی انسان کسی بھی جگہ یقین کے ساتھ محفوظ ہے۔ ہر دور میں مسلمانوں کے لیے قرآن ہی سب سے محفوظ پناہ گاہ ہے، اللہ نے جس کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے دی تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس پر اللہ مہربان ہوگیا۔

دُعا مومن کا ہتھیار ہے (حصن حصین) دُعا ہر مصیبت سے نجات دیتی ہے (مشکوٰۃ) دعا تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے، دعا اس مصیبت سے بھی نجات دیتی ہے جو واقع ہوچکی ہے اور اس سے بھی نجات دیتی ہے جو ابھی واقع نہیں ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ دعا کرنے کی حالت میں کوئی ہلاک نہیں ہوا۔ دراصل دعائیں نامعلوم اور غیر محسوس طور پر ہماری ہر طرف سے اور ہر طرح سے حفاظت کرتی ہیں۔

دونوں جہاں کی کامیابی اور سعادت کے لیے قرآن کی تلاوت اور قرآن و حدیث کی ہر موقع کی دعاؤں کا پڑھتے رہنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا ضروری کسی چیز کو سمجھا جاسکتا ہے، اللہ سے تعلق کے تین ذریعے ہیں، قرآن، نماز اور دعا۔ جس کو قرآن، نماز اور دعا سے کوئی تعلق نہ ہو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ پورے قرآن کریم میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں، ہر سورۃ کی فضیلت لاثانی و بے مثال ہے، ہر سورۃ میں مومن کی دونوں جہاں کی سعادتوں، مسرتوں، کامیابیوں اور راحتوں کے راز پوشیدہ ہیں۔ گویا ہر سورۃ دونوں جہاں کی کامیابی کی کنجی ہے۔ ہر سورۃ کی فضیلت پڑھنے اور ذہن نشین کرنے کے بعد جب تلاوت کی جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل اَنوارِ ربّانی سے روشن ہوگیا ہے اور رب کی رحمتیں ہم پر سائے کیے ہوئے ہیں۔